پروفیسر محمد اقبال جاوید

مقالاتِ سیرت ۔ ایک تعارفی جائزہ

وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان ۔ اسلام آباد

قومی سیرت کانفرنس ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ/۱۱ ستمبر ۱۹۹۲ء

کانفرنس کا موضوع

اسلامی فلاحی مملکت اور اس کے قیام کے لئے عملی تجاویز اسوۂ نبوی ﷺ کی روشنی میں

فہرست

۱۔	پیش لفظ	جناب ایف آئی ملک، سیکرٹری وزارت مذہبی امور
۲۔	خطبہ افتتاحیہ	جناب غلام اسحٰق خان، صدر مملکت پاکستان۔
۳۔	خطبہ استقبالیہ	جناب مولانا محمد عبدالستار خان نیازی صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور۔
۴۔	اختتامی خطبہ	جناب مولانا محمد عبدالستار خان نیازی صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور۔
۵۔	تعارفی کلمات (افتتاحی اجلاس)	جناب مظہر رفیع صاحب، سیکرٹری مذہبی امور۔
۶۔	تعارفی کلمات (اختتامی اجلاس)	جناب مظہر رفیع صاحب، سیکرٹری مذہبی امور۔
۷۔	کلیدی خطبہ (افتتاحی اجلاس)	جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، جج، شریعت بینچ، سپریم کورٹ آف پاکستان۔

۸۔	خصوصی مقالہ (اختتامی اجلاس)	ڈاکٹر ایس ایم زمان، ڈائریکٹر جنرل، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹاریکل اینڈ کلچرل ریسرچ، اسلام آباد۔
۹۔	جناب محمد عبداللہ صالح	دارالعلوم کریمی، جمیل ٹاؤن، ملتان روڈ، لاہور۔
۱۰۔	پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد	صدر شعبہ تاریخ، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔
۱۱۔	خواجہ سردار علی	معرفت عالم کلاتھ ہاؤس، ائیرپورٹ روڈ مینگورہ، ضلع سوات۔
۱۲۔	پروفیسر عبدالرحمان	شعبہ علوم اسلامیہ، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ
۱۳۔	مفتی سید کفایت حسین نقوی۔	ممبر اسلامی نظریاتی کونسل، مظفرآباد، آزاد کشمیر۔
۱۴۔	سید شبیر حسین زاہد	نیول ہیڈ کوارٹرز، نیول سیکرٹریٹ، اسلام آباد۔
۱۵۔	پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید	شعبہ اسلامیات، کراچی یونیورسٹی، کراچی۔
۱۶۔	محمد نسیم خان	بمقام وڈاک خانہ ماڑی خان خیل، مانسہرہ، ہزارہ۔
۱۷۔	ڈاکٹر غلام سرور خان نیازی	میانوالی، ۴۰ ڈی، بلوخیل روڈ، میانوالی۔
۱۸۔	ڈاکٹر حافظ محمد یونس	ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔
۱۹۔	پروفیسر عارف نسیم	ریٹائرڈ پرنسپل، اسلامیہ کالج کالونی، کینال ٹاؤن، پشاور یونیورسٹی، پشاور۔

ابتدائیہ

اگر ہم جیسے بے بضاعت، بے عمل گناہ گار انسان محض قوت گویائی کے سہارے دنیا کی نعمتیں بھی سمیٹنا چاہیں اور عقبیٰ کی دولت بھی، حیات فانی میں فضل پروردگار کے حصول کے متمنی بھی ہوں اور عالم لافانی میں دائمی رحمتوں کے خواہش مند بھی، کارزار ہستی میں سرفرازی و سربلندی کے جویا بھی ہوں اور میدان حشر میں بخشش و شفاعت کے طلب گار بھی۔

اگر ہم دل کو اس سرخوشی سے آشنا کرنا چاہیں جو ہر غم سے بے نیاز کردے، ذہن کو اس روشنی سے منور کرنا چاہیں جو ہر اندھیرے پر غالب آجائے اور روح کو احساس طمانیت سے اس طرح لبریز کرنا

چاہیں کہ نا آسودگی کے کسی کرب کے لیے جگہ نہ رہے تو اس ''دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل'' کے ذکر جمیل سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں جس نے ''غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا'' ۔اس باعث تخلیق کائنات پاک ہستی کی مدحت سے زیادہ موثر نجات کا اور احسانات گنوانے سے بڑھ کر اور کوئی سعادت نہیں جو قرآن بھی ہے فرقان بھی، یٰسین بھی ہے طٰہٰ بھی۔

بنی نوع انسان کی تخلیق کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا، تا ابد جاری رہے گا۔اربوں کھربوں انسان پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے، مگر سرور کونین، سرکار دو عالم، فخر موجودات و رحمۃ للعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ واحد انسان ہیں جن کی بعثت کو خود خالق کائنات نے مومنوں پر بڑا احسان قرار دیا ہے۔**لقد من الله علی المؤمنین** ۔اور یہ باری تعالیٰ کے اس احسان ہی کا اعجاز تھا کہ آمد مصطفیٰ ﷺ سے روز ازل سے مشتاق ومنتظر ضمیر کائنات میں ٹھنڈک پڑی، فطرت کی تخلیق کا عمل اپنی معراج کو پہنچا، روندی ہوئی انسانیت کو مساوات اور امن کا لافانی منشور عطا ہوا، حق وصداقت کو زبان ملی، کذب و افترا کے بت منہ کے بل گر گئے، ارض وسما پر محیط ظلمتیں چھٹ گئیں اور لطف الٰہی سے وہ آفتاب تازہ طلوع ہوا جس کے لازوال نور میں انسانیت مایوسی اور نامرادی کی پستیوں سے اٹھ کر عزت واقبال اور یقین کی رفعتوں پر فروکش ہوئی، اور خدا کے اس فرمان کے مصداق بنی کہ ''ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی'' ۔**ولقد کرمنا بنی آدم**۔

انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے نبوت کا سلسلہ عرصہ دراز سے جاری تھا۔ پھر بعثت محمدی ﷺ کو مومنوں پر بڑا احسان کیوں قرار دیا گیا؟ اس لیے کہ آپ ﷺ انسان کی شخصیت کے ہر پہلو کی جامع اور مکمل اصلاح، تطہیر، تہذیب اور ترقی کے لیے مبعوث فرمائے گئے تھے۔آپ ﷺ نے انسان کو عمل کا الہامی ضابطہ بخشا، اس کے قلب کا تزکیہ کر کے اسے پاک صاف کیا۔اس کے علم میں اضافہ فرمایا اور اسے دانائی عطا فرمائی۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اس مشن کو ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے

یتلوا علیھم ایتہ و یزکیھم ویعلمھم الکتاب و الحکمۃ

(آل عمران:۱۶۴)

جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔

آپ ﷺ نے انسانوں کے قلوب کا تزکیہ کیا تو یوں کہ ہر خوف بجز خوف خدا مٹ گیا، ہر محبت اللہ کی محبت کے تابع ہوگئی، ہر کدورت، ہر کھوٹ دور ہوگئی، منفی جذبوں اور گمراہ خواہشوں کو لگام پڑ گئی اور صحت مند جذبوں اور مثبت قدروں نے دلوں میں گھر کرلیا۔ آپ ﷺ نے ذہنوں کو دانائی عطا فرمائی تو یوں کہ نکتہ وروں سے کھل نہ سکنے اور فلسفیوں سے حل نہ ہونے والے راز گذریوں اور گلہ بانوں پر منکشف ہونے لگے۔ آپ ﷺ نے علم سکھایا تو یوں کہ صحرا نشین خانہ بدوش دنیا کو زندگی کے قرینے اور جہانبانی کے انداز سکھانے اٹھ کھڑے ہوئے، وہ جو کبھی مرکزیت کے نام تک سے نا آشنا تھے خود انسانی تہذیب وتمدن کا مرکز قرار پائے۔ اور جو کبھی اپنی جہالت پر فخر کیا کرتے تھے علم ودانش کے منار بن گئے۔

یہ انسانی تاریخ کا سب سے عظیم انقلاب تھا۔ ایک ایسا روحانی، ذہنی، قلبی، تمدنی، سیاسی، اقتصادی اور سماجی انقلاب جس نے اعلیٰ وادنیٰ کے معیار، عزت وذلت کے معنی اور کامیابی اور ناکامی کے مفاہیم بدل ڈالے۔ جس نے انسانی آزادی اور حریت فکر کو اعلیٰ ترین بلندیوں سے ہمکنار کیا اور انسانی حقوق کو ناقابل پامال حرمت اور تقدس بخشا۔ جس نے غلامی، جبر واستبداد اور استحصال کی ہر شکل اور ہر انداز کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور انسانی مساوات، اقتصادی انصاف، سماجی عدل اور اخلاقی پاکیزگی کے ذریعے ایسی معاشرتی ہم آہنگی پیدا کی کہ کشیدگی، چپقلش اور بے چینی کے تمام تر اسباب کا قلع قمع ہوگیا۔

یہ انقلاب چودہ سو سال قبل برپا ہوا تھا۔ مگر یہ انقلاب کسی وقتی نظریئے کی شعبدہ بازی یا کسی عارضی نظام کی کرشمہ سازی نہیں تھا کہ اس کے خدوخال گزرتے وقت کی گرد میں چھپ جاتے، یہ انقلاب اس فلسفہ حیات کی عطا تھا جو زمان ومکاں کی حد بندیوں سے ماورا، رہتی دنیا تک ہر دور اور ہر جگہ قابل اطلاق اور قابل عمل رہے گا۔ اس لافانی حقیقت کے بارے میں ہلکی سی بدگمانی کو بھی ضعف ایمان پر محمول کیا جائے گا کیونکہ دین اسلام آخری اور مکمل دین ہے جسے خود حق تعالیٰ نے انسان کے لیے پسند فرمایا۔ کاروبار جہاں خالق جہاں کی رہنمائی کی روشنی ہی میں خوش اسلوبی کے ساتھ چلایا جاسکتا ہے، مخلوق کی مرضی سے نہیں جو بزعم خود کتنی ہی ترقی کرلے بہرحال کم علم، کم فہم اور کوتاہ اندیش ہی رہے گی۔

ہمیں سکھایا گیا تھا کہ مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں۔ چوٹ کہیں لگے، تکلیف پورا جسم محسوس کرتا ہے۔ پھر کشمیر کے مسلمانوں پر توڑے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا درد کتنے مسلم ملکوں کے دلوں میں اٹھتا ہے؟ نہتے کشمیری نوجوانوں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کے سینوں میں اتاری جانے والی سنگینیں عالم اسلام کے جسم کو کہاں کہاں لہولہان کرتی ہیں؟ بوسنیا ہرزے گوینا کی مسلم آبادی پر برسنے والی گولیوں

سے کتنے مسلم ممالک کے سینے چھلنی ہوئے؟ فلسطینیوں کی مسلسل بے وطنی اور در بدری کے سلسلے میں کون کیا کررہا ہے؟ برما کے مسلمانوں کے حال زار پر کتنی آنکھیں نم ہیں؟

ہمیں حکم ہے کہ ناموس دین کے لیے جان پر کھیل جاؤ۔مگر جب سربیا کے کیمپوں میں مسلمان قیدیوں سے مشرک فوجی طنزاً پوچھتے ہیں کہ بتاؤ! تمہارا اللہ کہاں گیا؟ تو کتنے مسلمانوں کی غیرت ایمانی جوش میں آتی ہے؟ جب ''نسلی صفائی'' کے نام پر مسلمانوں کے سفاکانہ قتل عام سے نازیوں کی بربریت کی داستانوں کو شرمایا جاتا ہے تو اسلامی دنیا کا ردعمل کتنا شدید ہوتا ہے؟ ہمیں تعلیم دی گئی کہ اگر دو مومن آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کروادیا کرو۔اور اگر ان میں سے ایک زیادتی پر آمادہ ہو تو سب مل کر اس کا مقابلہ کرو۔ پھر کویت پر عراق کی لشکر کشی کے خلاف کتنے مسلم ممالک سینہ سپر ہوئے؟ افغانستان میں بھائی کے ہاتھوں بھائی کے بہتے خون کو روکنے کے لیے اسلامی ممالک کی طرف سے جنگ بندی کی کتنی کوششیں کی گئیں؟

ہمیں تلقین کی گئی کہ اس وقت تک کھانے سے ہاتھ روکے رکھو جب تک کہ یہ یقین نہ کرلو کہ تمہارا ہمسایہ بھوکا نہیں۔ پھر اسلامی دنیا کے امیر ترین ملکوں کے عین پڑوس میں قحط اور بھوک سے مرنے والے ہزاروں مسلمانوں کی لاشیں کیونکر ڈھوئی جارہی ہیں؟ پر تکلف دستر خوان سجانے والے کس دل سے صومالیہ کے سانس لیتے ہڈیوں کے ڈھانچوں کی تصاویر دیکھتے ہیں۔

ہمیں خطبہ حجۃ الوداع کی شکل میں انسانی حقوق کا پہلا جامع منشور عطا ہوا۔ہمیں ایک دوسرے کی جان، مال اور آبرو کا امین اور حقوق کا پاسبان بنایا گیا۔لیکن ہم نے محبت، اخوت، رواداری اور مساوات کا وہ سبق کچھ ایسا بھلادیا کہ آج شرف انسانی کے نام نہاد ٹھیکیدار ہم پر انسانی حقوق کی پامالی کی پھبتی کستے ہیں۔ جاہلانہ توہمات اور فرسودہ روایات کے بت توڑنے والوں کو رجعت پسندی کا طعنہ دیا جاتا ہے اور دین فطرت کی روشن خیالی کے علم برداروں کو بنیاد پرست ٹھہرایا جاتا ہے۔

ہمیں تو عزت وشرف والی قوم بنایا گیا تھا۔ہمیں تو اقوام عالم کی امامت کے لیے چنا گیا تھا۔ پھر ہمارے حصے میں ذلت وخواری، تضحیک وتمسخر اور خاک بسری کیوں آئی؟ کیوں ہر کہیں برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر؟ سیاسی تنازعات، باہمی آویزشیں، خانہ جنگیاں، پسماندگی، غربت، جہالت، خود اعتمادی کا فقدان اور عدم تحفظ کا احساس یہ سب ہمارا مقدر کیوں بن گیا ہے؟

ان تمام انتہائی کربناک سوالوں کا جواب وہی ہے جو اقبال نے ''جواب شکوہ'' میں دیا تھا:

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار؟

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار؟
ہوگئی کس کی نگہ طرز سلف سے بیزار؟
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں!

اگر ہم پیغام محمد ﷺ کا پاس نہیں کریں گے، اگر ہم قرآن حکیم کو طاق سے اتار کر اپنی انفرادی اوراجتماعی زندگیوں میں عملاً جاری وساری نہیں کریں گے، اگر ہم عشق نبی ﷺ کا اظہار صرف سیرت کے جلسوں اور میلاد کی محفلوں میں کرتے رہیں گے مگر اسے اپنے قول وعمل کی کسوٹی بنانے سے گریزاں رہیں گے، تو ہمارے لیے اس عذاب سے مفر ممکن نہیں ہوگا جس کی تنبیہ خود خدائے علیم وخبیر نے کی ہے:

واتبعو احسن ما انزل الیکم من ربکم من قبل ان یاتیکم
العذاب بغتة و انتم لا تشعرون (زمر:۵۵)

اوراس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آجائے اورتم کو خبر بھی نہ ہو، اس نہایت اچھی (کتاب) کی، جوتمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے، پیروی کرو۔ (غلام اسحٰق خاں، صدر پاکستان)

اقتباسات

آجکل عام طور پر فلاحی مملکت ایسی مملکت کو کہا جاتا ہے جہاں کے باشندے خوشحال اور فارغ البال ہوں۔ جہاں غربت وافلاس اور بے روزگاری کا خاتمہ کردیا گیا ہو۔ ہر شخص کو ضروریات زندگی فراواں مقدار میں آسانی سے میسر ہوں۔ بیماروں کے لیے بہترین علاج کی اعلیٰ سہولتیں مفت مہیا کی جاتی ہوں۔ جہاں ہر شہری کے لیے ہر قسم کی تعلیم کا بہترین انتظام ہو۔ تعلیم کے جملہ اخراجات کی کفالت حکومت کی ذمہ داری ہو، زندگی پرکشش، آرام دہ اور اندیشہ ہائے سودوزیاں سے آزاد ہو لیکن اس فلاحی مملکت کے سربراہان اورارباب بست وکشاد کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ اس کے شہریوں کا اپنے خالق و مالک سے رشتہ عبودیت قائم ہے یا نہیں۔ مے خواری، قماربازی، فسق وفجور اور دیگر قباحتوں پر کوئی پابندی

عائد نہیں کی جاتی۔ ان کی ساری خوشیاں، ساری کامیابیاں اور جملہ مساعی اس چند روزہ زندگی کو زیادہ سے زیادہ پرتعیش بنانے پر مرکوز رہتی ہیں۔ وہ زندگی، جو اس جہان فانی سے رخت سفر باندھنے کے بعد شروع ہوگی اور جو پایاں ناپذیر ہوگی۔ اس کو پرمسرت بنانے کے لیے انہیں کچھ نہیں بتایا جاتا۔

ایسی پرتعیش اور یکسر آخرت سے آزاد نظام زندگی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے کیوں نہ ملا دیئے جائیں اور اس نظام کو انسانی فکر و دانش کا معراج ہی کیوں نہ تصور کرلیا جائے لیکن اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ یہ زندگی بھی فانی ہے اور فانی زندگی کی راحتیں بھی چند روزہ ہیں۔

اس کے برعکس اسلام جس انسانی معاشرہ کو قائم کرتا ہے اور اسے فلاحی مملکت ہونے کا اعزاز بخشتا ہے وہ نامکمل اور ناتمام فوز و کامرانی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ نوع انسانی کو ایسا نظام حیات مرحمت کرتا ہے جس کو اپنا کر وہ دونوں جہانوں میں سرخرو اور کامیاب ہوتا ہے جب تک وہ اس دنیا میں زندہ رہتا ہے اس کا وجود ایک چشمہ فیض ہوتا ہے جس کے ٹھنڈے اور شیریں پانی سے بلا امتیاز ہر کس و ناکس اپنی تشنہ لبی کا درماں کرتا ہے جہاں سے اس کا گزر ہوتا ہے وہ نور بکھیرتا چلا جاتا ہے۔ اور جب عالم فانی سے عالم بقا کی طرف سدھارتا ہے تو شاہراہ حیات پر اس کے نقوش پا کاروان انسانیت کے لیے خضر راہ کا کام دیتے ہیں اس کی پاکیزہ اور بے لوث زندگی کے خدوخال، عزیمت و استقامت کی منزل کے مسافروں کو ولولہ تازہ سے سرشار کرتے رہتے ہیں۔

نبی رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام جو دین فطرت ہے کے پرچم کے نیچے جس فلاحی اسلامی معاشرہ کا سنگ بنیاد رکھا حضور ﷺ نے اس نظام کو صدق دل سے قبول کرنے والوں اور اس پر عمل پیرا ہونے عزم محکم رکھنے والوں کو دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہونے کی ضمانت دی۔ اس دنیا میں بھی فتح و کامرانی کا پرچم لہراتے رہیں گے اور آخرت میں بھی انہیں پایاں ناپذیر اور ابدی خوشیوں سے شادکام کیا جائے گا۔ جہاں ان کا سبز پرچم لہراتا ہوگا وہاں فقر و افلاس کے منحوس اندھیروں کی مجال نہیں ہوگی کہ وہاں اپنے قدم جما سکیں۔ کسی کا حق چھینے بغیر، کسی کی آزادی عمل و گفتار سلب کئے بغیر، کسی پر ظلم و تشدد کئے بغیر اس معاشرے کے ہر فرد کی بنیادی ضرورتوں کو مہیا کرنے کا ایسا خودکار نظام قائم کردیا جائے گا کہ جب تک اس نظام کے علمبردار اس کی تعلیمات کی حقانیت پر ایمان محکم رکھیں گے اور اس پر صدق دل سے عمل پیرا ہوں گے۔ تو انہیں کسی بڑی سے بڑی ترقی یافتہ اور مادی وسائل سے مالا مال حکومت کے سامنے کاسہ گدائی لے کر جانے کی ذلت گوارا نہیں کرنا پڑے گی بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے غیر محدود خزانوں کے

منہ ان کے لیے کھول دے گا۔اس کا اپنے وفا شعار اور فرمانبردار بندوں سے یہ وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو ہمیشہ پورا کیا کرتا ہے۔آپ بھی اس ارشاد ربانی کو گوش ہوش سے سنیں اور جس دنیاوی اور معاشی خوشحالی کا مژدہ اس ارشاد الٰہی میں دیا گیا ہے اس کی حقانیت اور صداقت پر صدق دل سے ایمان لے آئیں تو آپ کی راہ عمل میں شیاطین جن وانس نے شکوک وشبہات کے جو کانٹے بکھیرے ہیں خود بخود سمٹتے چلے جائیں گے۔آپ کا خدا جو قادر مطلق بھی ہے اور حکیم ورحیم بھی اس کا ارشاد ہے:

ولو ان اهل القریٰ آمنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکات من السماء و الارض ولکن کذبوا فاخذنا هم بما کانوا یکسبونO (۹۶:۷)

اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور کھول دیتے ان پر برکتیں آسمان اور زمین کی۔لیکن انہوں نے جھٹلایا ہمارے رسولوں کو تو پکڑ لیا ہم نے انہیں بوجہ ان کرتوتوں کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

آپ اس آیت میں غور فرمائیں کہ یہ وعدہ کن لوگوں سے ہے اور جن صفات کے باعث یہ وعدہ ان سے کیا گیا ہے کیا ہم میں وہ صفات کما حقہ پائی جاتی ہیں اور کیا ہم اس قابل ہیں کہ اپنے آپ کو ان خوش نصیبوں میں شمار کریں جن سے یہ وعدہ کیا گیا ہے۔

خیر وفلاح انسانیت اور بہبود آدمیت کے اسی فلسفے پر آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار برس پہلے۔اسلامی فلاحی مملکت کا قیام ۶۲۲ء/ ۱ھ میں محسن اعظم ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قیادت عمل میں آیا۔وہ مملکت دس سال کے قلیل عرصے میں جزیرہ نمائے عرب کی پوری سرزمین پر محیط ہوگئی اور دینی ودنیوی تمام مقاصد کی تکمیل کرتے ہوئے خیر وفلاح کی جملہ رفعتوں کو حاصل کرلیا۔اس ریاست ومملکت کی کامیابی وکامرانی کے اسباب وعوامل کا جائزہ اور اس کی خصوصیات کا بیان یقیناً بے محل سمجھا جائے گا۔عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فلاحی کی مثبت سرگرمیاں اور ان کے بہترین نتائج سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ تجویز، تدبیر اور تقدیر کے ذریعے صورت حالات میں انقلاب لایا جاسکتا ہے اس لیے پاکستان میں موجود حالات سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں،غور وفکر کے نتیجہ میں جو تجاویز سامنے آئیں ان پر جامع منصوبہ بندی کے بعد ضروری تدابیر اختیار کرلی جائے اور انجام کو اللہ کے سپرد کردیا جائے تو خیر وفلاح کی یقیناً امید کی

جاسکتی ہے۔اور حالات میں مناسب تبدیلی فلاحی مملکت کو متشکل کر سکتی ہے۔اس سلسلے میں ضروری تجاویز پیش کرنے سے پہلے چند وضاحتیں ضروری معلوم ہوتی ہیں۔

(الف) اول یہ کہ عہد رسالت میں فلاحی مملکت کا قیام واستحکام دراصل اس نظام زندگی کے ثمرات ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی روشنی میں اپنی بہترین صلاحیتوں سے کام لے کر فرائض رسالت ونبوت ادا فرماتے ہوئے قائم فرمایا تھا۔انسانی نظام زندگی کو بحیثیت مجموعی آپ نے جو رنگ وآہنگ بخشا اور جسمانی وروحانی تطہیر کے ساتھ جن خطوط پر استوار فرمایا اور باشندگان ریاست جس راہ عمل پر راضی ہوگئے وہ ایک عرصہ کی تعلیم،تزکیہ اور تربیت کا نتیجہ تھا۔مطلب یہ ہے کہ وہ مملکت اچانک قائم نہیں ہوگئی۔اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میمنت لزوم کی فلاحی مملکت کو اس کے اصل منظر سے ہٹا کر دیکھنا مناسب نہیں۔

(ب) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بعثت ونبوت کا مقصود اصلی،مملکت کا قیام اور حکومت کا حصول نہ تھا مگر ہاں ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل وتعمیر اور ایسے حالات کی صورت گری بہر حال ضروری تھی جن سے کار نبوت ورسالت نتیجہ خیز ثابت ہو سکے۔اس ضمن میں خوشنودی رب اور رضائے الٰہی کے حصول کی تلقین۔معاشرہ میں دفع فساد اور عدل وقسط کی عمل داری کے لیے کوشش اچھائیوں کے فروغ اور برائیوں کے استحصال کے لیے تدابیر اور مال کار غلبہ ودین حق کی سرفرازی اور مزاحم قوتوں کی پسپائی کے انتظامات کرنا۔بہرحال آپ ﷺ کے فرائض منصبی میں داخل تھا۔

(ج) تمام انسانوں کے لیے عموماً اور اہل ایمان کے لیے خصوصاً ''فلاح'' (اپنے وسیع معنوں میں) کی طلب وہ غایت اولیٰ ہے جس کے حصول کے لیے حضور سید الانبیاء، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شب وروز اس وقت بھی وقف کر رکھے تھے، جبکہ بالفعل آپ ﷺ نبوت ورسالت سے بھی سرفراز نہ ہوئے تھے۔چنانچہ ''حلف الفضول'' کا وہ مشہور معاہدہ جس میں حضور رسالت مآب ﷺ نے بیس سال کی عمر میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی اور اس جیسے کسی معاہدے میں شرکت کے ہمیشہ متمنی رہے دراصل فلاح وبہبود انسانیت کا بہترین نمائندہ کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس کے مقاصد میں غرباء وضعفا اور مظلومین کی دستگیری، ملک سے بدامنی کا خاتمہ، مسافروں اور نو واردوں کے جان ومال کی حفاظت اور زیر دستوں کمزوروں کو ظالموں زبردستوں کے مظالم سے نجات دلانا شامل تھا۔(۲۳) اس طرح تعمیر کعبہ کے وقت تنصیب حجر اسود کے مرحلہ پر قریش مکہ کو بہت بڑی خانہ جنگی سے بچالینا بھی یقیناً ''فلاح انسانیت'' کی

عظیم خدمت تھی۔ پھر منصب رسالت ونبوت سے سرفراز ہونے کے بعد آغاز دعوت میں ہی قولوا لآالہ الا اللہ تفلحون کا اعلان، ابتدائی مرحلہ تبلیغ میں ہی وفد قریش کے سامنے یہ پیش کش کہ ''اگرتم وہ قبل کرلو جسے میں پیش کرر ہا ہوں تو اس میں تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کی بہتری (فلاح) ہے'' اور اس ابتدائی دور میں ہم وطنوں کو یہ یقین دہانی کہ ''ایک کلمہ ہے (کلمہ اسلام) اگرتم اسے اختیار کرلو تو اس کے نتیجہ میں میں سارا عرب تمہارے زیرنگیں اور تمام عجم تمہارے تابع فرمان ہوگا، یہ ایسے معنیٰ خیز ارشادات رحمۃ للعالمین ہیں جو فلاح و بہبود آدمیت وانسانیت کے بہترین رجحانات کے عکاس ہیں۔ یہ رجحانات جو کسی وقت واقتدار کے بغیر پروان چڑھ رہے تھے۔ واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا کی دعا کے بعد فلاحی مملکت کے قالب میں ڈھل گئے۔

(د) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ''فلاحی مملکت'' کو اپنے عہد مبارک میں قیام و استحکام عطا فرمایا تھا اسے آپ ﷺ کے جانثار خلفاء کے عہد میں عموماً اور حضرت عمر فاروق کے دور میں خصوصاً ایسی رفعتوں سے ہمکنار ہوئی اور اپنی کیفیت وکمیت دونوں لحاظ سے نیز انسانی فلاحی سرگرمیوں کے حوالہ سے اس درجہ کمال کو پہنچی جس تک عہد جدید اپنے وسائل کی تمام فراوانیوں اور ایجادات واختراعات کی حشر سامانیوں کے باوجود نہیں پہنچ سکا۔

مختصراً یہ کہ ان پر عمل کرنے کے بعد اس اسلامی فلاحی مملکت کا نقشہ کچھ یوں سا ہوگا:۔

۱۔ اس کا معاشی نظام لامحالہ ایسا ہوگا جو کہ اجتماعی زرکو روکنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۲۔ وہ دولت کمانے اور خرچ کرنے کے طریقوں پر ایسی پابندیاں لگانے کا اہل ہو کہ جو ایک متوازن معیشت قائم کرنے کا باعث بنیں۔

۳۔ اس میں معاشرے کے نچلے طبقے کے لیے اجتماعی تحفظ کا انتظام موجود ہو۔

۴۔ اس نظام کی وجہ سے دولت کا پھیلاؤ وسیع سے وسیع تر ہو۔

۵۔ اور بہت زیادہ امارت اور حد سے زیادہ غربت مفقود ہو جائے۔

۶۔ اس میں متوسط طبقہ اکثریت میں ہو۔

۷۔ اور ایسے افراد بہت کم رہ جائیں جنہیں اپنی بنیادی ضروریات کی فراہمی کے لیے ریاست کی مدد کی ضرورت ہو۔

۸۔ اور اس کی معیشت حلال وحرام، خیر وشر اور جائز وناجائز کے شرعی اصولوں پر قائم ہوگی۔

دنیا میں اسلام کے نظام معیشت کے علاوہ اور کوئی ایسا نظام نہیں جو ان سب شرائط کو پورا کرتا ہوا اور صحیح فلاحی ریاست وجود میں لانے کے قابل ہو۔

یہی وجہ ہے کہ جس قسم کی فلاحی ریاست اسلام نے آج سے چودہ صدیاں پیشتر قائم کر کے دکھادی تھی۔یورپ اپنی عظیم الشان مادی ترقیوں کے باوجود اس جیسی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

اختتامیہ

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ تم لوگوں کو جو چیز رسول کریمؐ دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ساری زندگی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں ہے۔ اس لیے ہمارے دلوں میں جتنا جذبہ محبت رسول ﷺ پیدا ہوگا اتنے ہی ہمارے اعمال صالح ہوں گے اور اس کے نتائج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہرلحاظ ملت کے لیے بہتر اور قیمتی ہوں گے۔

ادب گاہیت زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا
کس نہ باشد در جہاں محتاج کس
نکتہ شرع مبین ایں است بس

حدیث شریف میں یہ ارشاد ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری امت کا کوئی شخص حاجتمندوں سے کہے گا مجھ سے کوئی چیز لے لوتو وہ کہیں گے ہمیں اب ضرورت نہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب تمہارے حاکم نیک ہوں گے، دولت مند سخی ہوں گے، امور باہمی مشاورت سے چلیں گے تو زمینیں اندر سے خزانے اگلیں گی۔ جب تمہارے امراء اہل شر ہوں گے غنی لوگ بخیل ہوں گے اور تمہارے امور عورتوں کے سپرد ہوں گے تو روئے زمین سے برکت اٹھ جائے گی۔سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت علیؓ سے اس بات کا اعلان کرنے کے لیے فرمایا کہ ہماری مملکت میں جو لوگ حاجتمند اور محتاج ہیں ان کی ضرورتیں میں پوری کروں گا۔آپ ﷺ نے یہاں تک فرمادیا کہ اگر تم میں سے کوئی مقروض قرض ادا نہ کرسکتا ہوتو اس کا قرضہ بھی میں ادا کروں گا۔ایسے تمام لوگ

میرے کھاتے میں ڈال دو۔

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بات کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زمان ومکاں کی پابند نہیں۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو جانور بھی محبت کرتے تھے۔آپ کو پہچانتے تھے۔مدینہ منورہ کے ایک محلے سے آپ گزر رہے تھے کہ ایک اونٹ نے آپ کو دیکھ کر بلبلانا شروع کردیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔فرمایا تیرا استغاثہ سننا میرا فرض ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹ کی باتیں سنیں تو فوراً اس کے مالک کو بلا بھیجا۔آپ ﷺ نے اس کے مالک کو سمجھایا کہ تم دیکھتے نہیں یہ زخمی ہے اور تم اس پر بوجھ لادتے ہو۔خوف خدا کرو۔اس کا علاج کرو اور جب تک یہ ٹھیک نہ ہوجائے اس پر بوجھ مت لادو۔ایک دن ایک اونٹ نے مسجد نبوی میں آکر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور بلبلانے لگا۔حضور ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ یہ ذخمی ہے اور مجھے بتانے آیا ہے کہ اس کا مالک اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادتا ہے۔

ترمذی میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔اے علی یہ پہاڑیاں یہ جھاڑیاں تیرے نبی پر صلوٰۃ وسلام پیش کرتی ہیں۔جب آپ کوہ احد پر تشریف لے گئے تو وہ آپ کی آمد پر خوشی سے جھومنے لگا۔

حضرت علامہ اقبالؒ سے کسی نے تعجب سے پوچھا کہ پہاڑ کیسے رقص کرنے لگا انہوں نے فرمایا اے نادان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم سے پہاڑوں میں جان پڑ گئی۔اسی طرح مسجد نبوی میں رکھے ہوئے اسطوانہ حنانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں رونا شروع کردیا تھا۔

استن حنانہ در ہجر رسولؐ نعرہ می زد ہمچو ارباب عقول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استن حنانہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا''تم روتے کیوں ہو،حشر میں تم میرے ساتھ اٹھو گے۔''

مولانا رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں جس شخص نے تحریراً وتقریراً اشارتاً وکنایتاً،ایہام وایضاح سے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوا اور واجب القتل ٹھہرا۔ہمارے ایمان کا مدار تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔

اس محبت کی چاشنی اویس قرنی سے پوچھیے جو اپنے گریبان اور تفتہ قلب وجان کے ساتھ حضور کی زیارت کے لیے آئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ادھر اویس

قرنی کی والدہ بیمار تھیں۔ اس لیے وہ واپس چلے گئے اور حضور سے ملاقات نہ ہوسکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو ان کی نشانیاں بتادیں اور حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ اگر اس سے ملو تو میرا اسلام کہنا اور میری امت کے لیے دعا کے لیے بھی کہنا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے تعلق ونسبت بلاشبہ بہت بڑی نعمت ہے اگر ہم اس نعمت کو قائم ودائم رکھیں گے تو ہم میں باہمی محبت والفت اور یگانگت پیدا ہوگی اور اتحاد بین المسلمین کے عملی مظاہرے ہوں گے (مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی)

قومی سیرت کانفرنس

موضوع

دور حاضر میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی ضرورت اور اس کے لیے عملی تجاویز

فہرست

پیش لفظ	سیکرٹری وزارت مذہبی امور
۱۔ افتتاحی خطبہ	صدر پاکستان جناب وسیم سجاد صاحب۔
۲۔ اختتامی خطبہ	وزیراعظم پاکستان جناب معین قریشی صاحب۔
۳۔ خطبہ استقبالیہ (افتتاحی اجلاس)	وزیر مذہبی امور جناب جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالشکور سلام
۴۔ صدارتی خطبہ (اجلاس مقالات)	ایضاً
۵۔ خطبہ استقبالیہ (اختتامی اجلاس)	ایضاً
۶۔ تعارفی کلمات، (افتتاحی اجلاس)	
۷۔ تعارفی کلمات (اختتامی اجلاس)	سیکرٹری مذہبی امور، جناب محمد لطف اللہ مفتی صاحب

حرف آغاز

نظام مصطفیٰ سے مراد اس نظام سے ہے جو آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ہاتھوں تیس سال کے اندر تکمیل کو پہنچا۔جس کے نفاذ کے لیے آپ احکم الحاکمین کی طرف سے مامور تھے۔اس نظام کے ذریعے اسلام کو باقی تمام ادیان و مذہب پر غلبہ نصیب ہوا۔اور جاہلیت کے تمام دساتیر مٹ گئے۔اللہ رب العزت کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله (سورہ الصف:۹)

وہ ذات جس نے رسول حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہدات اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے۔

نظام مصطفیٰ کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر ہے۔

ان الحکم الا لله امر الا تعبدوا الا ایاه. ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمون O (۱۲:۴۰)

حکم تو صرف اللہ کا ہے۔اس نے حکم فرمایا ہے کہ بندگی صرف اس کی کرو۔یہی دین قیم ہے۔لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

نظام مصطفیٰ ﷺ کی خصوصیات

حضور ﷺ نے جس نظام کی بنیاد رکھی اس کی خصوصیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

اس نظام کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ساری کائنات پر اللہ تعالیٰ کا حکم رواں دواں ہے۔اس لیے بندوں پر بھی اس کا حکم چلنا ہے۔قرآن مجید کی جن آیات میں قانون الٰہی کی پابندی کا حکم دیا گیا ان کا حوالہ ذیل کی آیات میں موجود ہے النساء ۵۹، ۶۴، ۶۵، ۸۰، ۱۰۵، المائدہ ۴۴، ۴۵، ۴۷، الاعراف ۳، یوسف ۴۰، النور ۵۴، ۵۵، الاحزاب ۳۶، الحشر ۷۔

اس موضوع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مندرجہ ذیل ارشاد واضح ہے۔اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں انہیں ضائع نہ کرو کچھ حرمتیں مقرر کی ہیں انہیں نہ توڑو۔کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔اور کچھ حدوں کے بارے میں سکوت فرمایا ہے بغیر اس کے کہ اسے نسیان لاحق ہوا ہو ان کی کھوج میں نہ پڑو۔(مشکوٰۃ۔بحوالہ دار قطنی باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اس نظام کے تحت نافذ شدہ قانون سب کے لیے برابر ہے۔عدل و انصاف سب کے لیے

یکساں ہونا چاہئے۔اس نظام کے تحت قانون کے معاملے میں چھوٹے بڑے کے درمیان کوئی امتیاز نہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

و امرت لاعدل بینکم (الشوریٰ:۱۵)

اور مجھے حکم کیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات سے بدلہ دیتے ہوئے دیکھا (بحوالہ کتاب الخراج ص ۱۱۶) اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد بڑا واضح ہے۔

تم سے پہلے جو امتیں گذری ہیں وہ اسی لیے تباہ ہوئیں کہ وہ لوگ اپنے سے کم تر درجہ کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے۔اور اونچے درجہ کے لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے اگر محمد کی اپنی بیٹی بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا (بخاری کتاب الحدود ابواب ۱۱۔۱۲)

تیسری خصوصیت اس نظام کی مساوات پر مبنی ہے یعنی سب مسلمان بلا لحاظ رنگ و نسل، زبان و وطن کسی فرد، گروہ یا جماعت کو کسی حیثیت سے بھی دوسروں پر فوقیت حاصل نہیں۔سب مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں (الحجرات ۱۰)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔لوگو سن لو تمہارا رب ایک ہے۔عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر فضیلت حاصل نہیں ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

نظام مصطفیٰ ﷺ کی چوتھی خصوصیت اس اصول پر ہے کہ اس نظام کے تحت قائم ہونے والی حکومت کی حیثیت امانت الٰہیہ کی ہے اس لیے حکومت کے منصب پر صرف خدا ترس لوگ ہی فائز ہو سکتے ہیں۔یہاں من مانی کے احکام جاری نہیں ہو سکتے۔اس نظام کے تحت صاحب منصب اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہے۔ارشاد ربانی ہے۔

ان اللہ یامر کم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ط (۵۸:۴)

اللہ تمہیں حکم کرتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو۔اور لوگوں کے درمیان
فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

اسی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے دیگر کمالات کے اعتراف کے باوجود حکومت میں کوئی ذمہ داری سپرد نہیں کی۔کیونکہ وہ تقویٰ کے باوجود حکومت کا بوجھ اٹھنے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے (کنز العمال: بحوالہ خلافت وملوکیت)

نظام مصطفیٰ ﷺ کا مزاج شورائیت کا ہے یعنی انتظامیہ کے سربراہ کو حکومت کے معاملات میں مسلمانوں کا مشورہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔اس بارے میں قرآن کی دو آیات ہیں ''مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں'' (الشوریٰ:۳۸) ''اور اے نبی معاملات میں ان سے مشورہ کرو'' (آل عمران:۱۵۹) نظام مصطفیٰ ؐ اپنی خصوصیت کے اعتبار سے اس بات کا پابند ہے کہ نیکیوں کو اپنی قلم رو میں فروغ دے اور برائیوں سے منع کرے۔اس موقع پر قرآن کی دو سورتوں سے دو آیات کے حوالے موجود ہیں (الحج:۴۱ آل عمران:۱۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بڑا واضح ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں۔اطاعت صرف معروف میں ہے (مسلم کتاب الامارۃ) نظام مصطفیٰ ﷺ کی یہ خصوصیات ہیں جن کی بدولت حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر قیادت قائم کئے گئے نظام کے اندر ہر فرد کو امن اور خوشحالی نصیب ہوئی اس مثالی فلاحی ریاست کو بعد کے ادوار میں وسعت نصیب ہوئی تو اس مملکت کی حدود مشرق میں ترکستان اور وادی سندھ تک پہنچیں اور مغرب میں افریقہ کے بیشتر ممالک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔اس کے ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت پوری ہوئی۔

حضرت خباب بن ارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مکہ کے اس دور میں جب کہ کفار مشرکین نے مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ توڑ ڈالے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے مصائب کی شکایت کی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ایک چادر کے ساتھ تکیہ لگائے کعبہ کے سائے میں آرام فرمارہے تھے ہم نے عرض کی۔یارسول اللہ آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد کی درخواست کیوں نہیں کرتے۔یہ سن کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور بیٹھ گئے اور فرمایا۔

تم میں پہلے ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں کہ ان میں سے بعض کو ان کے دشمنوں نے
پکڑا اور ان کے لیے زمین میں گڑھا کھودا گیا پھر لوہے کا آرا لایا گیا اور ان کے

سر پر رکھا گیا دشمنوں کی یہ اذیت ان کو دین حق سے نہ پھیر سکی۔ پھر لوہے کی کنگھی لائی گئی اور اس سے ان کے گوشت اور ہڈی کو علیحدہ علیحدہ کیا گیا یہ اذیت بھی ان کو دین حق سے نہ پھیر سکی اور اللہ تعالیٰ ضرور اس دین کو غالب کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی صنعاء سے حضرموت تک اس صورت حال میں سفر کرے گا کہ اس کو کوئی چیڑنے والا نہ ہوگا اور وہ صرف اللہ سے ڈرے گا۔ اور بھیڑیئے، بھیڑ بکریوں کی حفاظت کریں گے۔ لیکن تم لوگ جلدی مچاتے ہو(بخاری بحوالہ رجال حول الرسول۔ خالد محمد خالد)

قائداعظمؒ نے پاکستان کے قیام سے قبل اور بعد دوٹوک الفاظ میں پاکستان کے قیام کا مقصد ایک اسلامی ریاست قرار دیا ہے۔ جہاں اسلامی شریعت نافذ ہوگی۔ اسلامی قانون اور آئین ہوگا۔ بدقسمتی سے پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی ایسے حالات پیدا ہوئے کہ نظام مصطفیٰ یا اسلامی قانون کے نفاذ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ قائداعظمؒ کی رحلت، خان لیاقت علی خان کی شہادت، آئے دن حکومتوں کی تبدیلی، پھر مارشل لاء کے نفاذ جیسے پے در پے حادثات نے ہمیں اپنے مقصد سے دور کر دیا۔ اس کے بعد ایک ایسا دور بھی آیا جس میں سرکاری سطح پر پاکستانی عوام کو پاکستان کے قیام کے مقصد سے دور رکھنے کی کوشش کی گئی۔ یہ کہا گیا کہ قائداعظمؒ کا مقصد ایک ایسی ریاست کے قیام سے تھا جس کی بنیاد سوشلزم پر ہے۔ اس کی خاطر اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگایا گیا۔ نظام مصطفیٰ کے بارے میں کہا گیا کہ نئے حالات اور واقعات میں اس کی نئی تعبیر ہونی چاہئے۔ اور اب موجودہ حالات میں کہا گیا ہے کہ نظام مصطفیٰ سے مراد ایک ایسے نظام سے ہے جو پاکستان میں رہنے والے سب عوام کے لیے قابل قبول ہو۔ اس قسم کی سب باتیں دراصل نظام مصطفیٰ کی منزل کو دور سے دور تر کرنے کے مترادف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نظام مصطفیٰ کے قیام میں جس قدر تعطل اور التوا کا شکار رہیں گے اس قدر اس ملک کی مشکلات میں اضافہ ہوگا۔ اگر ہم اس دعویٰ میں مخلص ہیں کہ آزاد مملکت کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر ہم نے زندہ رہنا ہے تو پھر حکومت، حزب اختلاف، جملہ دینی اور سیاسی جماعتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ نظام مصطفیٰ کے قیام میں مشترکہ لائحہ عمل اپنائیں۔ یہ ایک ایسا ملک ہے جس کے مختلف طبقوں، جماعتوں، قبیلوں کے درمیان سوائے اسلام کے کوئی قدر مشترک نہیں۔ اور اسلام ہی وہ قوت ہے جو مائل بہ انتشار اجزاء کو ایک دوسرے سے ملاسکتا ہے۔ اہل پاکستان کے پاس اسلام کے بغیر کوئی ایسا نصب العین نہیں جو ان کی زندگی میں حرارت اور

ولولہ پیدا کر سکے اور ان کے حفظ و بقا اور نشو ونما کا باعث ہو۔ (پروفیسر محبوب الرحمٰن)

عنوانات

۱۔ جناب پروفیسر محمد شریف سیالوی	لیکچرار ادارہ علوم اسلامیہ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔
۲۔ جناب پروفیسر محبوب الرحمان صاحب	ڈائریکٹر فنانس، آزاد کشمیر یونیورسٹی، مظفرآباد
۳۔ سید ذاکر شاہ صاحب	صدر ادارہ معارف سیرت، اسلام آباد
۴۔ جناب پروفیسر محمد ارشد خان بھٹی	اے/۵۲ گارڈن بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
۵۔ جناب نوید اسلام صاحب	آشیانہ اقبال، ۲ اے۔ وارث کالونی، وحدت روڈ، لاہور۔
۶۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید صاحب	صدر شعبہ علوم اسلامیہ کراچی یونیورسٹی، کراچی
۷۔ جناب پروفیسر عبدالرحمان صاحب	صدر شعبہ علوم اسلامیہ، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ
۸۔ جناب ڈاکٹر محمد سلیم صاحب	ایسوسی ایٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج بوسن روڈ، ملتان
۹۔ جناب ڈاکٹر فضل احمد صاحب	شعبہ علوم اسلامی کراچی یونیورسٹی، کراچی
۱۰۔ جناب اشرف شاہین قیصرانی صاحب	اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامی، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ
۱۱۔ محمد قائم خان صاحب	ایڈووکیٹ، مانسہرہ، ہزارہ
۱۲۔ جناب ڈاکٹر محمد سلیم صاحب	مکان نمبر ۱۰۴۴ گلی نمبر ۴۱، جی ٹین فور، اسلام آباد

اقتباسات

دنیا اور آخرت میں فلاح کا یہ نظام ہادی برحق ﷺ نے ایک ایسے دور میں ودیعت فرمایا تھا جب اس وقت کی معلوم دنیا میں ہر جگہ آدمی آدمی کا غلام تھا۔ استحصالی نظاموں نے مظلوم انسانیت کو طرح طرح کے شکنجوں میں جکڑ رکھا تھا۔ انسانی حقوق، احترام آدمیت اور حریت فکر کا کوئی تصور نہیں تھا۔ انسانی ذہن پر انسان کے اپنے تخلیق کردہ خداؤں کا، جاہلانہ توہمات کا اور علاقائی اور نسلی عصبیتوں کا راج تھا۔ ہر طرف ظاہری اور باطنی بت چھپے ہوئے تھے، طاقت اور غرور کے بت، جبر واستبداد کے بت، قبائلی تفاخر اور نسلی امتیاز کے بت، علاقائی تعصب اور طبقاتی نفرتوں کے بت، مگر انسانیت کے محسن اعظم ؐ نے حجۃ الوداع

کے خطبے میں ان تمام بتوں کو پاش پاش کر دیا اور عالمگیر مساوات، اخوت اور محبت کا وہ درس دیا جو انسانیت کی آزادی کا پروانہ تھا۔اب اگر کوئی مذہبی، فرقہ وارانہ، علاقائی یا لسانی تعصب کو دل میں جگہ دیتا ہے تو گویا اس تعلیم کی تکذیب کرتا ہے جو ہمیں خاتم النبیین سے ملی ہے۔لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات اسلامی نظام کے نفاذ کی بنیادی شرائط میں شامل ہے کہ ہم اپنے معاشرے سے ہر طرح کے تعصب کا خاتمہ کریں اور اتحاد، باہمی محبت اور اخوت کو پروان چڑھائیں۔یہ ہمارے ملکی حالات ہی کا نہیں ہمارے دین کا بھی بنیادی تقاضا ہے۔اس سے صرف نظر کر کے نہ ہم دنیا میں عظمت کی توقع کر سکتے ہیں نہ آخرت میں نجات کی امید۔

نظام مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانا مسلمان ہونے کی بنیادی شرط ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کائنات ارضی کو جب آباد کرنے کا فیصلہ کیا تو فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔رب کائنات نے انسان کے لیے خلیفہ کا لفظ استعمال کیا۔خلیفہ وہی ہوتا ہے جو کسی کی ملک میں اس کے تفویض کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے۔وہ اپنے منشا کے مطابق کام کرنے کا کوئی نظام بنانے کا حق نہیں رکھتا بلکہ اس کا کام مالک کے منشا کو پورا کرنا ہوتا ہے۔اس کے دیئے ہوئے نظام کے مطابق کام کرنا ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر واضح کر دیا تھا کہ میں اس مخلوق کو زندگی بسر کرنے کے لیے ایک نظام خود دوں گا۔

جنت میں کچھ عرصے قیام کے بعد حضرت آدمؑ کو زمین پر بھیجا گیا تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اگر تم میرے بتلائے ہوئے نظام (ہدایت) کی پیروی کرو گے تو تمہارے لیے کوئی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔یہ فرمان تمام نوع انسانی کے لیے ہے۔انسان کا کام خود کوئی نظام زندگی تجویز کرنا نہیں ہے بلکہ بندہ اور خلیفہ ہونے کی دوگونہ حیثیتوں کے لحاظ سے وہ اس پر مامور ہے کہ اس راستے (نظام) کی پیروی کرے جو اس کے رب نے اس کے لیے تجویز کیا ہے اور اس نظام کے معلوم ہونے کی اور سمجھنے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو کسی انسان کے پاس براہ راست اللہ کی طرف سے وحی آئے یا پھر وہ اس انسن کا اتباع کرے جس کے پاس وحی آئی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے جو نوع انسانی کو خدا تعالیٰ کی منشاء سے آگاہ کرنے کا فریضہ ادا کرتے رہے۔انسان کے لیے جو بہترین نظام زندگی ہے اس کی جزئیات کی تفاصیل سمجھاتے رہے۔سید الانبیاء سرکار دوعالم محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبین ہیں۔آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پسندیدہ نظام نوع انسانی تک پہنچانے کے لیے مقرر کیا۔یہ نظام مصطفیٰ ﷺ قیامت تک کے لیے

انسانوں کے لیے بہترین نظام زندگی ہے۔اس نظام کو نہ ماننا سراسر بغاوت ہے۔جس کی سزا جہنم کے سوا اور کچھ نہیں۔ہم مسلمان ہیں ہمارے لیے نظام مصطفیٰ ﷺ کو تسلیم کئے بغیر زندگی گزارنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔نظام مصطفیٰ ﷺ کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نافذ کرنا ہی ہمارے مسلمان ہونے کی دلیل ہے۔نظام مصطفیٰ ﷺ ہی ہماری شناخت ہے۔

تو اے مولائے یثرب آپ میری دستگیری کر میرا ایمان ہے افرنگی، میری توحید زناری

قائداعظمؒ کی قیادت میں قوم نے مغرب سے جسمانی غلامی سے تو نجات حاصل کرلی لیکن ذہنی غلامی کی زنجیروں میں روز بروز جکڑے چلے گئے۔ذہنی غلامی کا مطلب دوسروں کی تقلید ہے ذہنی غلامی نے قوم کی اپنی تخلیقی صلاحیتیں ابھرنے نہ دیں۔ذہنی غلامی نے قوم کی روح میں جمود اور احساس کمتری پیوست کردیا ہے۔ہماری پوری قوم زمانے کو بدلنے کے بجائے بس خود اپنے ہی کو بدلنے میں لگی رہتی ہے اور دوسروں کی ''شاگردی'' کے مقام سے آگے بڑھنے کا کبھی سوچتی بھی نہیں۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہوئی کہ ہم نے در مصطفیٰ ﷺ کی غلامی دل کی گہرائیوں سے قبول نہ کی۔یہ وہ در ہے جو انسان کو حقیقی آزادی کو نعمت سے بہرہ ور کرتا ہے:۔

نئی تہذیب سے میلا ہوا کردار کا چہرہ
زمانے کو محمدؐ کے غلاموں کی ضرورت ہے

آج ہم ڈرے سہمے ہوئے دن گزار رہے ہیں۔کبھی حکم ملتا ہے کہ تم ایٹمی پلانٹ بند کردو،کبھی دھمکی ملتی ہے کہ ہم تم کو دہشت گرد قرار دے دیں گے۔پورا مغرب باجماعت شور مچا رہا ہے کہ تم بنیاد پرست ہو۔ہم سخت خوفزدہ ہیں اور ہر قسم کی وضاحتیں اور تسلیاں انہیں کرا رہے ہیں۔مگر ہمارے یہ آقا جنہوں نے ہماری ہر قسم کی امداد بند کررکھی ہے ہم سے راضی ہی نہیں ہوتے۔

پچھلے پینتالیس سال سے ہم قوم کو ذہنی غلامی کی باقاعدہ تربیت دے رہے ہیں اب اس ذہنی غلامی سے نجات صرف اسی طرح حاصل کرسکتے ہیں کہ ہم یکسو ہوکر کالی کملی والے کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور قوم کو اس ذہنی غلامی کی دلدل سے نجات دلادیں۔ذہنی غلامی میں زندگی بسر کرنا نظام مصطفیٰ ؐ کی تعلیمات کی روح سے ناواقفیت اور بزدلی کی دلیل ہے۔حکم ایزدی ہے

انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین O

اگر تم مؤمن ہو تم ہی غالب رہو گے۔

یاد رکھیں ڈرنے والے کی کوئی زندگی نہیں۔ ڈرپوک قومیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں، ان کا نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ان کی داستاں تک نہیں ہوتی داستانوں میں۔

نہ طے ہو سکے گی رہ زندگانی
ہر اک گام پر تم کو مشکل ملے گی
یہی کامیابی کی ہے ایک صورت
نفاذ شریعت سے منزل ملے گی

یہ بات بڑی خوش آئند ہوگی کہ ہم ۲۱ ویں صدی کا آغاز ایک بابرکت اور پاک نظام سے کریں۔خوش قسمتی سے ہماری قوم کی اکثریت نظام مصطفیٰ ﷺ پر پختہ یقین رکھتی ہے۔اس کی ضرورت و اہمیت بھی جانتی ہے۔ یہ بھی چاہتی ہے کہ یہاں جلد سے جلد نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہو۔نظام مصطفیٰ ﷺ سے جو فوائد حاصل ہوں گے ان سے باخبر ہے اور ان کی طالب ہے لیکن اس کے لیے جو قربانیاں دینی پڑیں گی، عادات ترک کرنا پڑیں گی، پابندیاں برداشت کرنا پڑیں گی ان سے ڈرتی بھی ہے ۔

آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پہ اڑنا منزل کٹھن یہی ہے قوموں کی زندگی میں

موجودہ سیکولر نظام کی جڑیں معاشرے میں اتنی گہری ہیں کہ اس نظام کو بدلنا قوم کو اس کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنا ایک کار عظیم ہے۔

یہ قوم آقائے نامدار، تاجدار مدینہ کے نام پر جان بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہے۔آج بھی اگر کوئی مخلص قیادت قوم کو دعوت دے کہ آؤ ہم مل کر مصطفیٰ ﷺ سے اور نظام مصطفیٰ ﷺ سے محبت کو عملی جامہ پہنائیں تو یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ قوم اس کی آواز پر لبیک کہے گی۔

حرف آخر

نظام مصطفیٰ کی ضرورت اور اہمیت سے عالم انسانیت کا کوئی بھی عہد اور کوئی بھی گوشہ کبھی بھی بے نیاز نہیں رہا۔ یہ الگ بحث ہے کہ اس کا نفاذ کلی یا جزوی طور پر کبھی ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو اسے نظام مصطفیٰ کے نام سے موسوم کیا گیا یا نہیں؟ اگر اس نام سے موسوم نہیں ہوا تو کم از کم اس بات سے بھی انکار ممکن نہیں کہ دنیا کے بیشتر نظاموں نے نظام مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات سے خوشہ چینی کی سعادت ضرور حاصل کی۔ بہر حال یہ ایک الگ بحث ہے جس سے قطع نظر نظام مصطفیٰ اور خود داعی برحق کی ذات گرامی کی حیثیت،

ضرورت اور اہمیت پر ذات باری تعالیٰ کے یہ ارشادات شاہد ہیں:

قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا

اے محمدؐ! کہہ دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں۔

دوسری جگہ فرمایا

اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا۔

اور مزید فرمایا

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کرلیں تب تک مومن نہیں ہونگے۔

بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

دور حاضر میں جب کہ دنیا کا ایک بڑا نظام کمیونزم اپنی بساط لپیٹ چکا ہے، سرمایہ داری اور اس نوع کے دوسرے ظالمانہ نظام بھی شکست و ریخت کے مراحل سے گزر رہے ہیں، نظام مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت اور ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ فطری اصول یہ ہے کہ کسی بھی مقام پر خلا نہیں رہ سکتا۔ خلا کو پر کرنے کے لیے ہی تند و تیز آندھیاں چلا کرتی ہیں۔ بگولے اٹھتے ہیں اور گرد باد بنا کرتے ہیں۔ اشتمالیت (کمیونزم) کی ناکامی کے بعد دنیا کسی ایسے ہی نظام کی متلاشی ہے جو کمیونزم کے مثبت پہلوؤں کو ساتھ رکھتے ہوئے اس کے منفی اثرات سے پاک ایسا معاشرہ قائم کرے، جو فرد کی اخلاقی اور مادی ضروریات دونوں کی تکمیل کرتا ہو نیز انفرادی فلاح و بہبود کے ساتھ ساتھ اجتماعی سطح پر بھی ایک فلاحی مملکت کے قیام کا داعی ہو غرضیکہ ایک ایسا ہی نظام اس خلا کو پر کر سکے گا، جو فرد کی دنیاوی اور دینی واخروی دونوں احتیاجات کی تکمیل کرتا ہو۔ اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ یہ نظام نظام مصطفیٰ کے سوا کوئی دوسرا نظام نہیں ہوسکتا۔ بشرطیکہ خود اس نظام کے علمبردار بنیان مرصوص بن کر دین کو اس کی حقیق آفاقی تعل... ے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرسکیں۔

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی

ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی
تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اے ساقی
تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی

(اقبال۔بال جبریل)

نظام مصطفیٰ ﷺ کی ضرورت واہمیت اگر چہ تمام عالم انسانیت کی فلاح کے لیے مسلم ہے مگر وطن عزیز پاکستان میں اس کے قیام کے ساتھ ہی مطالبہ دہرایا جاتا رہا ہے کہ یہ مملکتِ خداداد اسلام کے نام پر معرض وجود میں آئی ہے لہٰذا یہاں اسلامی نظام جاری وساری کیا جائے۔یہاں واضح رہے کہ اسلامی نظام، اسلامی انقلاب،نفاذ شریعت،اسلامی فلاحی ریاست اور نظام مصطفیٰ کم وبیش مترادف اصطلاحات کے طور پر استعمال ہوتے چلے آرہے ہیں۔اگر چہ دین،شریعت (دین اور شریعت کی بحث سے قطع نظر) اور فلاحی مملکت وغیرہ پر اگر الگ الگ تفصیلاً گفتگو کی جائے تو بہت سے معاملات میں جزوی اختلاف بھی ہوسکتا ہے۔ مگر نظام مصطفیٰ کی جامع اصطلاح میں صرف انہی امور کا خاکہ مرتب کیا جاسکتا ہے،جن کا ماخذ قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ کے سوا کچھ نہ ہو۔اس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ یہ وہ کم ازکم بنیادی معیار ہوگا جس پر تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہو کیونکہ مسلمانوں کے تمام مذاہب Sects کم ازکم جن چیزوں پر متفق ہوسکتے ہیں وہ قرآن وسنت ہی ہیں۔فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے نظام مصطفیٰ کا جو متفقہ ڈھانچ قرآن،حدیث اور آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ سے سامنے آتا ہے وہی وطن عزیز میں نافذ ہوسکتا ہے اور یہی وہ متفقہ نظام مصطفیٰ ہوگا جسے عالمی سطح پر متفقہ طور پر متعارف کرایا جاسکے گا۔موجودہ وقت میں سعودی عرب اور ایران میں بھی اسلامی نظام کلی یا جزوی طور پر نافذ ہے۔مگر چونکہ دونوں ممالک میں اپنا اپنا فقہی رنگ نمایاں ہے لہٰذا یہ نظام متفقہ نظام مصطفیٰ کی حیثیت سے متعارف نہیں کرائے جاسکے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ امت اجابت (مسلمان) نظام مصطفیٰ کا متفقہ خاکہ اپنے کسی خطہ زمین میں کامیاب تجربے کے بعد امت دعوت (عالم انسانیت) کے سامنے پیش کرے تاکہ دنیا ایک بار پھر چودہ سو سال پہلے کے نظام کی جھلک دیکھ کر کہہ سکے کہ بے شک نظام مصطفیٰ آج بھی قابل عمل ہے اور نہ صرف قابل عمل ہے بلکہ تمام عالم انسانیت کی دنیاوی اور اخروی فلاح بھی اس نظام کے نفاذ میں مضمر ہے۔واضح رہے کہ [illegible] بیا بھر

میں اسلام اور نظام مصطفیٰ کو بنیاد پرستی پاپائیت یا مذہبی اجارہ داری وغیرہ کے القاب سے نواز کر دنیا کو ہم سے متنفر کرنے کی مذموم کوششیں ہو رہی ہیں۔ ہمیں اس منفی پراپیگنڈے کا جواب اپنی مثبت کارکردگی سے دینا ہے لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے فروعی اختلافات کو یکسر فراموش کر کے نظام مصطفیٰ کا ایک متفقہ اور جامعہ لائحہ عمل اپنے ہاں نافذ کریں اور اس کے نتائج وثمرات کو پوری دنیا کے سامنے رکھ دیں اس طرح وطن عزیز پاکستان بھی اپنی منزل مراد سے ہم کنار ہوگا اور ہم بحیثیت مسلمان اپنے اس فریضہ منصبی سے بھی سبکدوش ہوسکیں گے جو خالق کائنات کی طرف سے ہمیں بہترین امت قرار دیکر ہمارے سپرد کیا گیا ہے یعنی:

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تؤمنون بالله

تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں (کی اصلاح وہدایت) کے لیے بھیجا گیا ہے۔
تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

(محمد اشرف شاہین قیصرانی)

تدوین سیر ومغازی

مؤلف

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

مقدمہ

پروفیسر عبدالجبار شاکر

قیمت: ۲۰۰ صفحات: ۳۶۰

کتاب سرائے۔ الحمد مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور